وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

قومِ عاد

آہ قومے دل ز حق پرداختہ
مُرد و مرگِ خویش را نشناختہ

حضرت ہود علیہ السلام

(قومِ عاد)

جیسا کہ سابقہ عنوان میں لکھا جا چکا ہے، تورات کی رُو سے اقوامِ عالم کی تقسیم حضرت نوحؑ کے تین بیٹوں (یافت، حام اور سام) کی نسل کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔ تورات کی اس تقسیم کی تاریخی حیثیت کچھ ہی ہو، لیکن تحقیقاتِ جدیدہ اس نتیجہ تک ضرور پہنچ چکی ہیں کہ عرب اور اس کے گرد و پیش (شام عراق وغیرہ میں) اُممِ سامیہ پھیلی ہوئی تھیں۔ ان میں سب سے اہم اور مقتدر قبیلہ **عاد** کا تھا۔ قبیلہ کیا! یہ تو ایک عظیم الشان قوم تھی جو ایک طرف حضرموت اور یمن کے علاقہ سے شروع ہو کر خلیجِ فارس کے ساتھ ساتھ عراق تک جا پہنچی تھی اور دوسری طرف عرب سے نکل کر مصر اور شام پر حکمران تھی۔ قریب دو اڑھائی ہزار سال (ق۔م) ان تمام علاقوں پر اسی قوم کا تسلط و اقتدار نظر آتا ہے۔ **سام** کے بیٹے **ارم** کی نسبت سے انہیں **عادارم** بھی کہا جاتا ہے۔ جب دو اڑھائی ہزار سال (ق۔م) اس قوم کا ستارۂ اقبال اوج پر تھا، تو اس زمانہ میں قوموں کے عروج و زوال کی رفتار کے اعتبار سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی ابتدا کب سے ہوئی ہوگی؟ یوں سمجھئے کہ قومِ نوحؑ کی بربادی کے بعد جب یہ علاقے دوبارہ آباد ہوئے تو **بنی سام** کی پہلی ترقی اسی **قومِ عاد** سے ہوئی ہے۔ یہی قومِ عاد ہے جس کی طرف حضرت **ہودؑ** مبعوث ہوئے۔

ان کا مقامِ بعثت و تبلیغ احقاف کا علاقہ تھا۔ **احقاف** صحرا کو کہتے ہیں۔ جزیرہ نمائے عرب کا وہ طویل و عریض ریگستان جسے اب **ربع خالی** کہا جاتا ہے، احقاف کا علاقہ تھا۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں کو ہِ تمثال

ریت کے ٹیلے، خوف ودہشت کے بھیانک عفاریت کی طرح سر اٹھائے کھڑے رہتے ہیں. لیکن جب وہاں آندھی کا طوفان آتا ہے تو یہ ٹیلے ایک مقام سے اُڑ کر دوسرے مقام پر جا مسلط ہوتے ہیں اور جو کچھ وہاں موجود ہو اُسے اس طرح نیچے دبا لیتے ہیں کہ پھر محکمۂ آثارِ قدیمہ والے ہی ان کا سُراغ لگائیں تو کچھ پتہ چلے. کیا معلوم ان ٹیلوں کے نیچے کتنی آبادیاں، قبرستانوں میں منتقل ہو چکی ہیں. کم از کم ایک کا ذکر تو سُن لیجئے. یہ شوریدہ بخت قوم وہ ہے جس نے حضرت ہودؑ کی دعوت کی تکذیب کی اور پھر جس کے نقطہ افسانے دنیا میں باقی رہ گئے، اِلّا ان کے جو حضرت ہودؑ کے ساتھ بچا لیے گئے اور جو پھر **عادِ ثانیہ** کہلائے. کیونکہ عادِ اولیٰ وہ تھے جنہیں اُن کی اپنی غلط روشِ زندگی کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا گیا.

قومِ نوحؑ کی جانشین قرآنِ کریم میں ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم کے بعد قومِ عاد کو ان کا جانشین بنایا گیا اور انہیں دنیا میں بڑا اقتدار و تسلط اور وسعت و قوت عطا فرمائی.

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (۷/۶۹)

تم اس حقیقت کو سامنے لاؤ کہ اس نے کس طرح قومِ نوح کے بعد تمہیں اس کا جانشین بنایا اور تمہاری نسل کو زیادہ وسعت و توانائی بخشی. پس چاہیئے کہ اللہ کی قدرتوں کی یاد سے غافل نہ ہو، تاکہ ہر طرح کامیاب ہو.

فارغ البال و مرفّہ الحال آبپاشی و سیرابی کے لئے قدم قدم پر چشمے اور پھلوں سے لدے ہوئے باغات، افراد اور مواشی کی کثرت، یہی کچھ اُس زمانہ میں قوت و سطوت کے استحکام و حصول کے ذرائع تھے. غرضیکہ ہر شے کی فراوانی. حضرت ہودؑ نے انہیں قوانینِ الٰہیّہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے انہی انعاماتِ خداوندی کی طرف اشارہ کیا تھا.

وَ اتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۚ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ ۚ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۚ (۲۶/۱۳۲-۱۳۴)

اور اُس خدا کے قوانین کی نگہداشت رکھو جس نے تمہیں وہ چیزیں بکثرت دیں جو تمہیں معلوم ہیں.

اُس نے تمہیں مواشی اور اولاد بکثرت دی (نہ صرف یہی بلکہ) باغات اور چشمے بکثرت دیئے!
وہ ایسے ایسے محکم قلعے اور سنگین حصار بناتے تھے گویا انہیں اس سرزمین پر ہمیشہ کے لئے حکومت کرنی ہے۔

وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۚ (۲۶/۱۲۹)

اور (اے قوم عاد!) کیا تم مضبوط قلعے بناتے ہو، شاید تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہو گے؟

ستونوں والے

اسی بنا پر قرآنِ کریم نے انہیں "ستونوں والے" کہا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ (۸۹/۸-۶)

تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟ (کون سی قوم عاد! وہی) بڑے بڑے ستونوں والی قوم ارم، جس کے مثل شہروں میں کوئی قوم پیدا نہیں کی گئی۔

جیسا کہ دنیا کی بڑی بڑی صاحبِ قوت و سطوت اقوام کا شیوہ ہوتا ہے، وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنی بڑی بڑی یادگاریں قائم کرتے تھے جن کی افادیت کی حیثیت کچھ نہیں ہوتی۔ وہ محض اس قوم کے جذبۂ تکبر و تعلّی کی تسکین کا سامان فراہم کرتی ہیں۔ قرآنِ کریم کے الفاظ میں، حضرت ہودؑ نے ان سے کہا کہ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ (۲۶/۱۲۸) "تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسی عمارات بطور یادگار بناتے ہو جن کا کوئی مصرف نہیں"۔

علم و بصیرت بھی

غرضیکہ انہیں ایسا تمکن فی الارض عطا ہوا تھا کہ شاید ہی کسی دوسرے کے حصّہ میں آیا ہو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ تمام قوت و حشمت، جہالت کو لئے ہوئے نہ تھی، بلکہ انہیں ذرائع علم (سماعت و بصارت و قلب) بھی عطا ہوئے تھے۔

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۫ۖ (۴۶/۲۶)

اور ہم نے انہیں وہ قوت و سطوت بخشی تھی جو ہم نے زمین میں تمہیں بھی نہیں بخشی اور انہیں (سننے کے لئے) کان، (دیکھنے کے لئے) آنکھیں اور (سمجھنے کے لئے) دل (عقل و شعور)

عطا کئے تھے۔

قرآن نے سمع و بصر کے الفاظ اس علم کے لئے استعمال کئے ہیں جو مظاہر فطرت پر غور و خوض کے بعد حاصل ہوتا ہے، یعنی (PERCEPTUAL KNOWLEDGE) جو حواس کے ذریعے مشاہدات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ سمع و بصر، حواس کے ترجمان ہیں اور ان کے ساتھ تیسرا لفظ افئدۃ ہے۔ اس کے معنی 'MIND' کے ہیں، یعنی مشاہدات فطرت سے معلومات حاصل کر لینے کے بعد، قلب اور دماغ کے ذریعے استنباطِ نتائج کرنا۔ اس قسم کا علم تھا جو قومِ عاد کو حاصل تھا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن اس علم کے ماحصل (دورِ حاضرہ کی اصطلاح میں یوں سمجھئے کہ سائنس کی ایجادات وغیرہ) کو قوانینِ خداوندی کے مطابق صرف نہیں کیا جاتا تھا۔ قوانینِ خداوندی کا تقاضا ہے کہ علم کے ماحصل نوعِ انسانی کی منفعت کے لئے صرف کیا جائے۔ لیکن جو قومیں غلط روشِ زندگی پر چلتی ہیں وہ ان قوتوں کو باقی انسانوں کی غلامی کا ذریعہ بنا لیتی ہیں اور ان کی محنت کی کمائی کے سلب و نہب (EXPLOITATION) کو اپنی کاریگری قرار دے لیتی ہیں۔ یہی کچھ قومِ عاد کرتی تھی۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ ہر مستبد قوم کی طرح ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ جن قوموں پر ہاتھ ڈالا، آہنی شکنجے میں جکڑ لیا کہ ان کی غلامی کے جال کا کوئی حلقہ ڈھیلا نہ ہونے پائے۔

وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ۝ (۲۶/۱۳۰)

اور جب تم لوگوں پر گرفت کرتے ہو تو بڑے اجبروت بن کر گرفت کرتے ہو (کہ کوئی تمہارے چنگل سے نکلنے ہی نہ پائے)۔

تکذیبِ رُسُل اللہ تعالیٰ نے اپنے قانونِ ہدایت کے مطابق رسول بھیجے۔ لیکن نشۂ حکومت و قوت میں پیغاماتِ خداوندی پر کان کون دھرتا ہے؟ انہوں نے متواتر ان رسولوں کی تکذیب کی اور اپنے ظلم و استبداد میں بڑھتے ہی چلے گئے۔

کَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (۲۶/۱۲۳)

قومِ عاد نے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا۔

قوانینِ خداوندی سے بغاوت اور اپنے سرکش و جابر اربابِ حکومت کا اتباع، یہ تھا شیوہ اس قوم کا۔

وَ تِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۝ (۱۱/۵۹)

یہ ہے سرگذشت عاد کی۔ انہوں نے اپنے پروردگار کے قوانین سے انکار کیا، ان کے رسولوں کی نافرمانی کی اور اپنے متکبر سرداروں کی اطاعت اختیار کی۔

حضرت ہودؑ

بالآخر جب جور و استبداد اور سرکشی و عصیان کی انتہا ہو گئی اور سنت اللہ (قانونِ مکافات) کے مطابق ان کی غلط روشِ زندگی کے ظہورِ نتائج کا وقت قریب آپہنچا تو آخری کوشش کے طور پر اُن کی طرف اُنہی میں سے (ایک رسول حضرت ہودؑ) کو بھیجا گیا۔

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ (۷/۶۵، نیز ۱۱/۵۰، ۲۶/۱۲۴؛ ۴۶/۲۱)

اور (اسی طرح) ہم نے قوم عاد کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا "اے قوم! اللہ کی اطاعت و فرماں پذیری اختیار کرو۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ کیا تم (انکار و بدعملی کے بُرے نتائج سے) نہیں ڈرتے؟

خدا کی حکومت کی طرف دعوت

آپ آئے اور اس سرکش و متمرد قوم کو اسی پیغامِ ازلی کی دعوت دی جو ہدایتِ آسمانی کی اصل و اساس ہے، یعنی کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ کسی دوسرے انسان پر حکومت کرے۔ حکومت کی سزاوار فقط ایک ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ (۷/۶۵؛ ۱۱/۵۰؛ ۴۶/۲۱)۔

قوانینِ الٰہیہ اور دنیاوی برکات

قوم قوت و سطوت کی مالک تھی۔ انہوں نے سمجھا کہ ہدایتِ آسمانی کے اتباع سے مفہوم یہ ہو گا کہ ہم حکومت و دولت کو چھوڑ کر دنیا تیاگ دیں اور زاویوں اور خانقاہوں یا پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر رہبانیت کی زندگی بسر کرنے لگ جائیں۔ لیکن حضرت ہودؑ نے اس باب میں ایک ایسی حقیقت کو واضح کر دیا جو اتباعِ قوانینِ الٰہیہ کا فطری نتیجہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔

وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ۝ (۱۱/۵۲)

اور اے میری قوم کے لوگو! تم قوانینِ الٰہیہ کی حفاظت میں آجاؤ، یعنی غلط روش چھوڑ کر صحیح راہ اختیار کرو۔ وہ تم سب پر برستے ہوئے بادل بھیجے گا (جس سے تمہارے کھیت اور باغ شاداب ہو

جائیں گے) اور تمہاری قوتوں پر نئی نئی قوتیں بڑھا دے گا (کہ روز بروز گھٹنے اور کمزور ہونے کی جگہ اور زیادہ بڑھتے اور قوی ہوتے جاؤ گے)۔ اور (دیکھو) جرم کرتے ہوئے اس سے مُنہ نہ موڑو۔

یہ ہے عظیم فرق آسمانی ہدایت اور ذہنِ انسانی کے پیدا کردہ تصورِ مذہبیت میں۔ ذہنِ انسانی نے سمجھ یہ رکھا ہے کہ دین اور دنیا دو الگ الگ شعبے ہیں اور دونوں یکجا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ دنیا سے مراد ہے قوت و سطوت، دولت و حشمت، حکومت و سلطنت کی زندگی اور دینداری سے مفہوم ہے بےکسی و بیچارگی، عاجزی و ناتوانی، مفلسی و ناداری کی زندگی یعنی وہ زندگی جس میں دنیا اور اس کی خوشگواریوں سے نفرت کی جائے اور ترکِ لذائذ سے "پرہیزگاری" کو مقصدِ حیات قرار دیا جائے۔ لیکن یہ تصور یکسر غیر اسلامی ہے۔ اسلام میں دین کا تصور یہ ہے کہ دنیا بھر کے سرکش و متمرد انسانوں سے قوت و حکومت اور رزق کے سرچشمے چھین کر جماعت مومنین (حزب اللہ) کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں جو اپنی مرضی کے مطابق اس کا استعمال نہ کرے بلکہ قوانینِ خداوندی کے ماتحت نظم و ضبطِ عالم کو ترتیب دے اور تمام نعمائے دنیا کو نوعِ انسانی کی پرورش اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کے لئے عام کر دے (تفصیل ان اشارات کی اپنے مقام پر آئے گی)۔

نظامِ حکومتِ خداوندی کی عملی تشکیل

حضرت ہودؑ نے یہی فرمایا کہ میں جس تعلیم کی طرف دعوت دیتا ہوں اس کا نتیجہ کمزوری اور ناداری نہیں، بلکہ اس سے تمہاری قوتیں اور بڑھ جائیں گی۔ فقط نظامِ معاشرہ میں ایسی تبدیلی ہو جائے گی جس سے ایک انسان دوسرے انسان کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا اور اس نظام کی عملی تشکیل یوں ہو گی کہ

اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ۞ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ۞ (۲۶/۱۲۵-۱۲۶، ۲۶/۱۳۱)

میں تو تمہارے لئے ایک امانت دار (خدا کا) پیغامبر ہوں۔ تو تم اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرو اور اس کے لئے میری (یعنی ان احکام کی جو میں خدا کی طرف سے تمہیں پہنچا رہا ہوں) اطاعت کرو۔

غور کیجئے، منصبِ رسالت کی صحیح حقیقت کس طرح واضح طور پر سامنے آ گئی ہے۔ اللہ کی حفاظت میں آ جاؤ۔ اس کے قوانین کا اتباع کرو۔ اپنی اپنی جگہ، الگ الگ نہیں، بلکہ اس حکومتِ خداوندی کے مرکز (اولیں یعنی رسول) کی اطاعت کرو۔ اس اطاعت میں، میں تم سے اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا۔

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۲۶/۱۲۷ ز ۱۱/۵۱)

میں اس بات کے لئے تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف پروردگارِ عالم پر ہے (اور بس!)

تکذیب، اربابِ اقتدار کی طرف سے

یہ تھا وہ معاشرہ جس کی طرف حضرت ہودؑ نے قوم کو دعوت دی۔ لیکن جابر و مستبد انسان جن کے مُنہ کو انسانوں کا خون لگ گیا ہو، بھلا کس طرح اس نظام کو قبول کر لیں! سب سے پہلی تکذیب حسبِ معمول، قوم کے سرداروں کی طرف سے ہوئی، انہی سرداروں کی طرف سے جن کے گھروں میں "برتن بھرے ہوئے تھے۔"

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (۷/۶۶)

اس پر قوم کے مرفّہ الحال لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا تھا، کہا کہ ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم حماقت میں پڑ گئے ہو اور ہمارا خیال یہ ہے کہ تم جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو۔

اس کے جواب میں حضرت ہودؑ نے فرمایا۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝......

...... فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (۷/۶۷-۶۹)

ہودؑ نے کہا " بھائیو! میں احمق نہیں ہوں۔ میں تو اس کی طرف سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، فرستادہ ہوں۔ میں اس کا پیام تمہیں پہنچاتا ہوں۔ اور یقین کرو کہ تمہیں دیانتداری کے ساتھ نصیحت کرنے والا ہوں۔ کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ ایک ایسے آدمی کے ذریعہ تمہارے پروردگار کی نصیحت تم تک پہنچی جو خود تم ہی میں سے ہے؟ خدا کا یہ احسان کرو کہ اس نے قومِ نوحؑ کے بعد تمہیں اس کا جانشین بنایا اور تمہاری نسل کو زیادہ وسعت و توانائی بخشی پس چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی یاد سے غافل نہ ہو، تاکہ ہر طرح کامیاب ہو۔

ان آیاتِ جلیلہ میں دو تین باتیں خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ پہلے تو یہ کہ نشۂ حکومت و دولت میں سرمست

انسان، دعوت الی الحق کو کس طرح نفرت واستہزاء سے ٹھکراتا ہے۔ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ اور لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ پر غور کیجئے۔ تمرّد و سرکشی کی بدمستیاں کس طرح چھلکتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ پھر مقابلہ میں جواب دیکھئے! کس قدر متانت وسنجیدگی کا مظہر ہے۔ شکن بجبیں نہیں، کف بدہاں

محکم چوں کوہسار

نہیں، نعل بر آتش نہیں، گالی کا جواب (معاذ اللہ) گالی نہیں، کوئی اوچھا پن نہیں، سفاہت نہیں۔ اپنے مقامِ بزرگ وبلند پر پہاڑ کی طرح محکم کھڑے ہیں۔ اس لئے کہ اپنی دعوت کی صداقت پر غیر متزلزل یقین ہے۔ قرآنِ کریم نے حضرات انبیاء کرامؑ کی مخالفت کا اکثر و بیشتر ذکر کیا ہے۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ قومِ مخالف کے جدال و قتال کی بہ نسبت ان کی طرف سے تکذیب واستہزاء کا ذکر بڑا نمایاں طور پر کیا گیا ہے۔ جدال و قتال بھی اپنے مقام پر آزمائش کی گھاٹیاں ہیں۔ لیکن ایک داعیٔ و مصلح کی راہ میں تکذیب و تحقیر کی منزل بڑی سخت ہوتی ہے۔ عام انسانوں پر نگاہ ڈالئے۔ وہ بالعموم بڑی بڑی کٹھن مشکلات کا سامنا کریں گے، لیکن جونہی ان پر کسی نے تنقید (CRITICISM) کی یا ان کا استہزاء (RIDICULE) کیا، ان کی بات کو جھوٹا بتایا، ان کی دعوت کا مذاق اُڑایا تو وہ فوراً آپے سے باہر ہو گئے اور پھر اس کے بعد ایسی چوکڑی بھولے کہ حصولِ مقصد و نصب العین کے لئے تگ و تاز کے بجائے اسی تنقید و تنقیص کی خار دار جھاڑیوں میں اُلجھ کر رہ گئے۔ استہزاء و تنقیص کے مرحلہ میں دامنِ ضبط واستقامت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا، فی الواقعہ من عزم الامور ہے اور آسمانی انقلابِ ربوبیت کی طرف دعوت دینے والوں کی یہ ایک اہم خصوصیت ہے۔ سردارانِ قوم کی اشتعال انگیز تنقیص پر نگاہ ڈالئے اور اس کے بعد حضرت ہودؑ کے متین وسدید جواب پر۔ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

دوسری چیز وہی ذہنِ انسانی کی عجوبہ پسندی؛ یعنی قوم کو حیرت واستعجاب اس امر پر ہے کہ انہی جیسا ایک انسان (رَجُلٌ مِّنْكُمْ) اور دعوائے رسالت! قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (۱۴/۱۰)۔ انہوں نے کہا کہ تم تو محض ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو (اور کوئی مافوق الفطرت چیز بھی تمہارے پاس نہیں) مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ (۱۱/۵۳)۔ اس لئے

وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۱۱/۵۳)

تمہارے کہنے سے تو ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ نہیں سکتے اور نہ ہی تمہاری بات مان سکتے ہیں۔

پھر وہ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھے اور کہا کہ تم جو (معاذ اللہ) اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو تو اس کا

سبب ہماری سمجھ میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں آتا کہ تم نے جو ہمارے دیوی دیوتاؤں کی تکذیب کی ہے تو تم پر ان میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے۔

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ (۱۱/۵۴)

ہم جو کچھ کہہ سکتے ہیں، وہ تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی معبود کی تجھ پر مار پڑ گئی ہے۔ (اسی لئے تو اس طرح کی باتیں کرنے لگا ہے)۔

یہ جگر سوز طعن و تشنیع دیکھئے اور پیغمبرانہ جواب ملاحظہ فرمائیے کہ

قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۙ (۱۱/۵۴)

ہودؑ نے کہا، میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن ہستیوں کو تم نے اس کا شریک بنا رکھا ہے، مجھے ان سے کچھ سروکار نہیں۔ میں ان سے سراسر بیزار ہوں۔

اسلاف پرستی

یہاں تک تو نشۂ قوت و دولت کی سرمستیوں کے مظاہرے تھے۔ اب دنیائے معتقدات اور اس کی جذبات پرستی کی طرف آیئے، یعنی وہی ساز کہن کہ چونکہ تمہاری دعوت اس مسلک کے خلاف ہے جو ہم میں آباء و اجداد سے متوارث چلا آرہا ہے، اس لئے ہم اس دعوت کی تکذیب کرتے ہیں! وہی اسلاف پرستی اور وہی قدامت پسندی!

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ (۷/۷۰)

انہوں نے کہا، کیا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم صرف ایک ہی خدا کی عبودیت (محکومیت و اطاعت) اختیار کرلیں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء و اجداد کرتے آتے ہیں!

اسلاف پرستی اور کورانہ تقلید کے اس ادّعا کے جواب میں حضرت ہودؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا، اس میں ارباب فکر و نظر کے لئے حکم و بصائر اور معارف و حقائق کی ہزار داستانیں مستور ہیں۔ فرمایا۔

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ (۷/۷۱)

جس چیز کی بنا پر تم مجھ سے جھگڑ رہے ہو اس کی حقیقت کیا ہے؟ فقط اتنی کہ وہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے اپنے جی سے گھڑ لئے ہیں اور جن کے لئے خدا نے کوئی سند نہیں اتاری۔

تبیانِ حقیقت

اس چھوٹے سے ٹکڑے پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ کتنی عظیم حقیقت اس کے اندر منعکس ہے۔ یہ روایتی عظمت اور موروثی تقدیس کیا ہے؟ فقط اس قدر کہ ابتدا میں جہالت اور توہم پرستی سے کوئی عقیدہ قائم ہو گیا جس کا کچھ نام رکھ لیا گیا۔ جب وہ دو چار نسلیں متوارث چلا آیا، تو اس کی کہنگی، وجہ تقدس ہو گئی اور وہ نام دل کی انتہائی گہرائیوں میں اس طرح جاگزیں ہو گیا کہ عقل و بصیرت کی کوئی دلیل اسے اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی۔ ایک پتھر، پہاڑ کے کسی گوشے میں پڑا ہے، تو فقط پتھر ہے۔ لیکن اُسے کسی چبوترہ پر الگ نصب کر کے اس کا کچھ نام رکھ دیجئے۔ اس نام کی ترویج دو تین نسلوں تک مسلسل ہو جائے تو پھر دیکھئے کہ یہ پتھر کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ اس کی روایتی عظمت دلوں میں اس طرح نقش ہو جاتی ہے کہ اس کے تحفظ کے لئے انسانی خون کی بھی کوئی قیمت نہیں سمجھی جاتی اور اس طرح وہی پتھر جو "گمنامی" کے ایک گوشے میں پڑا تھا، قلوب و نگاہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ حالانکہ چشمِ حقیقت بیں کے نزدیک محض نام رکھ دینے سے اس کی ماہیت اور حقیقی قدر و قیمت (INTRINSIC VALUE) میں کچھ فرق نہیں آگیا۔ اب اس خارجی دنیا سے ہٹ کر ذرا اپنے دماغ کے بُت کدہ کو ٹٹولئے اور دیکھئے کہ اس میں کتنے "پتھر" ایسے رکھے ہیں جن کی قدر و قیمت کے متعلق آپ کے پاس سوائے اس کے کوئی دلیل و شہادت نہیں کہ ان کے نام کی عظمت نسلاً بعد نسلٍ متوارث چلی آتی ہے اور محض قدامت کی بنا پر ان ناموں میں شانِ تقدس پیدا ہو چکی ہے۔ دیکھئے کہ یہ نام آپ کے نزدیک اس قدر مقدس بن چکے ہیں کہ اُن کے خلاف آپ ایک لفظ تک سننا نہیں چاہتے! پھر یہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے قدر و قیمت کے پرکھنے کے لئے کیا معیار مقرر فرمایا ہے۔ حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ (۷/۷۱) یعنی ان چیزوں کی عظمت و تقدس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی سند تمہارے پاس نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قدر و منزلت کے پرکھنے کا صحیح معیار وہ سند ہے جو مُنَزَّلٌ مِّنَ اللّٰهِ ہو۔ ہر شے کو میزانِ خداوندی میں رکھ کر دیکھ لیجئے۔ یہ "دھرم کانٹا" جو وزن بتائے وہی درست اور صحیح ہے، خواہ آپ کا ذہن یا اسلاف پرستی کے معتقدات کچھ ہی کیوں نہ کہیں۔ محض اسماء کو دلیل اور حجت سمجھ لینا، حقیقت

فراموشی اور خود فریبی ہے۔ دلیل اور حجت اس آسمان کے نیچے فقط ایک ہے مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ جو اللہ نے نازل کیا ہے۔

تکذیب میں شدّت

حضرت ہودؑ کی دعوت اور قوم کی طرف سے تکذیب برابر آگے بڑھتی گئی۔ طبیب کی شفقت اور مریض کی ضد متوازی چلتی گئی۔ حضرت ہودؑ ان سے بار بار کہتے تھے کہ دیکھو! قوانینِ الٰہیہ سے سرکشی کا مسلک چھوڑ دو، ورنہ اس کا نتیجہ ہلاکت اور تباہی ہوگا۔ میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ آسمان کی فضا میں کس طرح اس وبا کے جراثیم پھیلتے جا رہے ہیں جو قانونِ مکافاتِ عمل کے ماتحت تم پر عذاب بن کر مسلط ہو جائیں گے اور پھر کوئی راہِ فرار باقی نہیں رہے گی۔ لیکن قوت اور دولت کا نشہ ان باتوں کی طرف کب کان دھرنے دیتا ہے؟ سرکش و متمرد انسان دیکھتے تھے کہ جس طرف ان کا قدم اُٹھتا ہے عروج اور ترقی آگے بڑھ کر رکاب تھامتی ہے۔ ان بڑھتی ہوئی کامیابیوں اور چڑھتی ہوئی کامرانیوں میں ہلاکت و بربادی کا تصور بھی کیسے آسکتا تھا؟ لیکن وہ نہیں سمجھتے تھے کہ بادۂ رنگیں کے اثرات سے جو سُرخی چہرے پر دوڑتی ہے، وہ خون کی تازگی اور صحت کی شگفتگی کی سُرخی نہیں ہوتی بلکہ شفق کی سُرخی ہوتی ہے جو غروبِ آفتاب کا نقابِ رنگیں بن کر نگاہوں کو فریب دیتی ہے۔

وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَصَدَّهُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ
وَ کَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِیۡنَ ﴿۲۹/۳۸﴾

اور (دیکھو!) شیطان نے اُن کی بداعمالیوں کو اُن کی نگاہوں میں خوشنما بنا رکھا تھا چنانچہ (اس کے نتیجہ میں) شیطان نے اُنہیں (صحیح راستہ (کی طرف آنے) سے روکے رکھا۔ (انہوں نے شیطان کی تعلیمات کی اندھادھند تقلید کی اور اپنی عقل و بصیرت سے مطلق کام نہ لیا) حالانکہ وہ لوگ سمجھ بوجھ رکھنے والے اور حقائق کو دیکھنے والے تھے۔

وہ مستبصرین تھے

غور فرمایئے کہ قرآنِ کریم کے الفاظ کس قدر جامع ہیں۔ شیطان حق و صداقت کی راہ روکے کھڑا تھا اور جس راستہ پر وہ چل رہے تھے اُسے اُس نے جذبات کی گلکاریوں سے ایسا فریبِ نظر بنا دیا تھا کہ وہ دیکھ ہی نہیں سکتے تھے کہ ان حسین و دلفریب پھول کی کیاریوں کے نیچے ہلاکت و بربادی کے کتنے بڑے ہولناک غار ہیں، حالانکہ وہ مستبصرین تھے،

آنکھیں رکھتے تھے، صاحبِ دانش و بینش تھے۔ قرآن نے اس مقام پر عقل و بصیرت اور "شیطنت" کے تقابل سے نگاہ کا رُخ ایک عظیم حقیقت کی طرف پھیر دیا ہے۔ "شیطنت" کے معنی ہیں ان جذبات کی غلامی جو وحی کے تابع نہ چلیں۔ اگر انسان پر یہ جذبات غالب آ جائیں تو اس کی عقل اسے کبھی صحیح راستہ پر نہیں لا سکتی، بلکہ (جیسا کہ کتاب "ابلیس و آدم" باب 'وحی' میں بہ تفصیل بتایا جا چکا ہے) عقل تو ان جذبات کی لونڈی بن جاتی ہے اور جو کچھ وہ چاہتے ہیں اس کے لئے اسباب و ذرائع بھی بہم پہنچاتی ہے اور اس کے جواز میں دلائل بھی تراشتی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ وہ قومیں جو وحی کے غیر متبدّل اصولوں کی روشنی میں زندگی کا سفر طے نہیں کرتیں "مستبصرین" ہونے کے باوجود، بربادی کے جہنم میں جا گرتی ہیں۔ یہ ہے وہ حقیقت جس کی طرف قرآن نے قومِ ہودؑ کے "مستبصرین" کے تبصرہ سے نگاہ کا رُخ پھیرا ہے۔ سورۃ احقاف میں انہی "مستبصرین" کے متعلق ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (۴۶/۲۶)

اور ہم نے انہیں وہ قوت و سطوت بخشی تھی جو ہم نے زمین میں تمہیں بھی نہیں بخشی اور انہیں (سننے کے لئے) کان، (دیکھنے کے لئے) آنکھیں اور (سمجھنے کے لئے) دل (عقل و شعور) عطا کئے تھے مگر جب انہوں نے قوانینِ خداوندی سے ضد اور سرکشی کی روش اختیار کی تو ان کے کان آنکھیں اور دل کچھ بھی کام نہ آ سکے اور (بالآخر) جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ان پر نازل ہو کر رہا۔

غور کیجئے۔ سمع و بصر و قلب، علم و عقل کے ذرائع سب موجود ہیں لیکن وحی کی روشنی سے منہ موڑنے کی وجہ سے وہی کیفیت ہو چکی ہے جو آج مستبصرینِ مغرب کی ہے جن کی دُوربینیں مریخ تک کے احوال و کیفیات کا پتہ تو لے آتی ہیں لیکن تباہی و بربادی کا جو سیلاب ان کے دروازوں سے ٹکرا رہا ہوتا ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتا اور جب کوئی "دیدہ ور" ان سے کہتا ہے کہ ؎

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے
فرنگ رہگزرِ سیلِ بے پناہ میں ہے　　(اقبالؒ)

تو یہ لوگ اُس کا مذاق اڑاتے ہیں کہ اس روشنی کے زمانہ میں یہ "دقیانوسی خیالات" کا مبلغ کہاں سے آگیا؟
جب حضرت ہودؑ نے ان مکذبین سے کہا کہ،

اِنِّیٓ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ؕ (۲۶/۱۳۵)

میں تم پر بڑے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

تو اس کا جواب کیا ملا؟

قَالُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡنَاۤ اَوَعَظۡتَ اَمۡ لَمۡ تَکُنۡ مِّنَ الۡوٰعِظِیۡنَ ۙ اِنۡ
ھٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الۡاَوَّلِیۡنَ ۙ وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ۚ (۲۶/۱۳۸-۱۳۶)

انہوں نے جواب دیا، اے ہودؑ! خواہ تو ہمیں نصیحت کرے یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ بنے ہم پر سب برابر ہے (ہم تیری نصیحتوں سے کوئی اثر لینے والے نہیں)۔ یہ تو (ہمیشہ سے) دقیانوسی (خیالات کے) لوگوں کی عادت رہی ہے (کہ خواہ مخواہ لوگوں کو ڈراتے رہا کرتے ہیں)۔ ہمیں کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا۔

تنذیر وہ بار بار ایک ناصح امین کی طرح انہیں ان کے اعمال کے عواقب و انجام سے آگاہ کرتے تھے لیکن وہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ

فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ۝ (۷/۷۰، نیز ۴۶/۲۲)

اس کے جواب میں حضرت ہودؑ فرماتے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ؏

حقیقت ہے! نہیں میرے تخیل کی یہ خلاقی

قَالَ قَدۡ وَقَعَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ رِجۡسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ (۷/۷۱)

ہودؑ نے کہا، یقین کرو، تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہو چکا ہے (تمہاری آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں کہ تمہیں اس کے آثار دکھائی نہیں دیتے)۔

وہ پوچھتے ہیں کہ یہ عذاب کب آئے گا؟ ارشاد ہوتا کہ

قَالَ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰہِ ۫ۖ وَ اُبَلِّغُکُمۡ مَّاۤ اُرۡسِلۡتُ بِہٖ وَ لٰکِنِّیۡۤ
اَرٰىکُمۡ قَوۡمًا تَجۡہَلُوۡنَ ۝ (۴۶/۲۳)

اس کا علم تو صرف خدا ہی کے پاس ہے کہ یہ کب وارد ہوگا۔ (میرا کام صرف یہ ہے کہ) جو ہدایت

دے کر مجھے بھیجا گیا ہے وہ تم تک پہنچا دیتا ہوں. لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک ایسی قوم ہو جو جہالت کی باتیں کرتی رہتی ہے۔

اوچھے ہتھیار

جب مجادلہ ومباحثہ سے کام نہ چلا تو قوم اُن حربوں کو لے کر مقابلہ میں آگئی جو ارباب قوت واستبداد کا آخری جواب ہوتا ہے. لیکن جو پیغاماتِ الٰہیہ کا مبلغ اور حقیقت کا مبصر ہو، وہ بھلا اس تخویف وترہیب سے کس طرح گھبرائے؟ حضرت ہودؑ نے فرمایا۔

...... فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنَ ۝ .... اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ (۵۵ – ۱۱/۵۷)

تم سب میرے خلاف مل کر جو کچھ تدبیریں کرسکتے ہو، ضرور کرو اور مجھے (ذرا بھی) مہلت نہ دو. (پھر دیکھ لو، نتیجہ کیا نکلتا ہے؟) میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی. کوئی حرکت کرنے والی شے نہیں کہ اس کے قبضہ سے باہر ہو . میرا پروردگار (حق وعدل کی) سیدھی راہ پر ہے (یعنی اُس کی راہ ظلم کی راہ نہیں ہوسکتی) پھر اگر (اس پر بھی) تم نے روگردانی کی تو جس بات کے لئے میں بھیجا گیا تھا، وہ میں نے پہنچا دی (اس سے زیادہ میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے اور (مجھے تو نظر آرہا ہے کہ) میرا پروردگار کسی دوسرے گروہ کو تمہاری جگہ دیدے گا اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے. یقیناً میرا پروردگار ہر چیز کا نگرانِ حال ہے۔

ظہورِ نتائج کا وقت

حجت کا اتمام ہوگیا. قانونِ مکافات کے مطابق وہ وقت آپہنچا جب اعمال کی کھیتی پک جاتی اور اس کے نتائج نمودار ہوجاتے ہیں۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ .... كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ (۲۴ – ۴۶/۲۵)؛ (۱۵ – ۴۱/۱۶)۔

پھر جب انہوں نے (آنے والی تباہی کو) ایک بادل کی شکل میں اپنی وادیوں کا رُخ کرتے ہوئے دیکھا تو (خوش ہوکر) کہنے لگے یہ تو ہم پر برسنے والا بادل ہے (ان کے اعمال کے نتائج نے جواب میں کہا " نہیں. یہ برسنے والا بادل نہیں!) بلکہ یہ وہی عذابِ الٰہی ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے. یہ تو آندھی ہے جس میں ایک بہت دردناک عذاب ہے جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر

چیز کو تباہ کرڈالے گی۔" چنانچہ (وہی ہوا کہ) وہ ایسے (برباد ہوکر) رہ گئے کہ اُن کے مکانات (کے کھنڈروں) کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ (دیکھو) مجرم قوموں کو ہم اُن کے اعمال کا بدلہ اس طرح دیا کرتے ہیں۔

بربادی وہی بادِ تند و تیز (آندھی اور جھکڑ) جس سے ریت کے تودے بستیوں اور آبادیوں کو قبرستانوں میں منتقل کردیتے ہیں! اسی کو دوسری جگہ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ کہا گیا ہے۔ (۵۱/۴۱)

آندھی کا یہ طوفان مسلسل آٹھ دن اور سات راتوں تک جاری رہا (۶۹/۷-۶) اور اس طرح وہ قوم جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر نشانات نصب کرتی، بڑے بڑے ستونوں پر عمارات اور اپنے سے بڑھ کر کسی کو طاقت ور نہ سمجھتی تھی، ایک آندھی (CYCLONE) کا مقابلہ نہ کرسکی اور ہلاک ہوگئی (۲۶/۱۴۰-۱۳۹)، اس طرح ہلاک کہ ان کی جڑ تک کٹ گئی۔

وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝ (۷/۷۲)

اور جنہوں نے ہمارے قانون کو جھٹلایا تھا' ہم نے ان کی بیخ و بنیاد تک اکھاڑ دی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کبھی ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وہ حال اور مستقبل دونوں میں زندگی کی خوشگواریوں سے محروم ہوگئے۔

وَ تِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ ..... اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝ (۱۱/۶۰-۵۹)

یہ ہے سرگذشت عادؔ کی۔ انہوں نے اپنے پروردگار کے قوانین (ہٹ دھرمی اور سرکشی کرتے ہوئے) جھٹلائے اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر متکبر و سرکش کے حکم کی پیروی کی اور ایسا ہوا کہ دنیا میں بھی زندگی کی خوشگواریوں سے محروم ہوگئے اور قیامت کے دن بھی۔ تو سُن رکھو کہ قومِ عادؔ نے اپنے پروردگار کے قوانین سے انکار کیا اور سُن رکھو کہ عاد کے لئے اپنی محرومی کا اعلان ہوا جو ہودؑ کی قوم تھی!

یہ قوم دنیا سے نیست و نابود ہوگئی اور جس طرح حضرت ہودؑ نے انہیں پہلے سے آگاہ کر رکھا تھا اُن کی جگہ دوسری قوم نے لے لی کہ مکافاتِ عمل کی رُو سے استبدال و استخلافِ قومی (ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کا آجانا) خدا کا اٹل قانون ہے۔ (۱۱/۵۷)

حضرت ہودؑ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے اس کا علم دے دیا تھا (جس طرح حضرت نوحؑ کو طوفان کا پیشتر

جماعتِ مومنین بچالی گئی

علم دے دیا گیا تھا) اور وہ اس سے بار بار قوم کو آگاہ کرتے تھے لیکن انہوں نے تو فیصلہ ہی یہ کر رکھا تھا کہ جو کچھ حضرت ہودؑ کہیں اُسے جھوٹا سمجھا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا یقین نہ کیا اور تباہ و برباد ہو گئے اور حضرت ہودؑ اور ان کے متبعین اس تباہی سے محفوظ رہے (۱۱/۵۸ نیز ۷/۷۲)۔ ان باقیاتِ صالحات سے جو قوم آگے بڑھی اسے عادِ ثانیہ کہا گیا اور جو تباہ کردی گئی اسے عادِ اولیٰ۔

وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَ ا۟لْاُوْلٰى ۙ (۵۳/۵۰)

اور (دیکھو) بلاشبہ (تمہارا پروردگار) وہی تو ہے جس نے عادِ اولیٰ کو ہلاک و برباد کر دیا۔

نگۂ بازگشت

قومِ عاد کے اس سانحۂ عبرت آموز پر نگۂ بازگشت ڈالئے اور دیکھئے کہ اس میں بعض خصوصیتیں کس قدر نمایاں طور پر اُبھر کر سطح پر نظر آرہی ہیں۔ قوم، قوت و دولت اور حکومت و سلطنت کی مالک ہے اور اسے اللہ کا فضل و احسان قرار دیا گیا ہے۔ وہ عدل و انصاف کو چھوڑ کر سرکشی و تمرّد پر اُتر آتی ہے تو ان سے کہا جاتا ہے کہ یاد رکھو! اس روش کا نتیجہ سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں لیکن اگر تم اپنی روش کی اصلاح کر لو اور اپنے آپ کو قوانینِ خداوندی کے تابع لے آؤ تو وہ تمہاری قوتوں کو اور بڑھاتا جائے گا (یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ)۔ وہ نہیں مانتی تو اس پر ایک رسواکُن عذاب نازل کیا جاتا ہے لِنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى)! اس سے صاف ظاہر ہے

محکومی و رسوائی خدا کا عذاب ہے

کہ قوانینِ خداوندی کے ماتحت عزت و شوکت، حکومت و سطوت، قوت و ثروت اللہ کے انعامات ہیں اور ذلت و رسوائی کی زندگی عذابِ خداوندی ہے۔

پھر اس قوم کو یہ احسان بھی یاد دلایا گیا کہ اسے قومِ نوح کا جانشین بنایا گیا تھا (۷/۶۹) اور جب اُس نے پیغاماتِ خداوندی سے سرکشی اختیار کی تو اس سے کہہ دیا گیا کہ یاد رکھو، اللہ تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئیگا (۱۱/۵۷)۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے کہ کسی قوم کی شوکت و حشمت کی وارث کوئی دوسری قوم بنا دی جائے۔

سعد و نحس قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ دن بڑا "منحوس" تھا جب اُن پر اللہ کا عذاب طاری ہوا۔
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ........

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ٥ (۴۱/۱۶)؛ (۵۴/۱۹)۔

پھر ہم نے دنیوی زندگی میں ذلّت و رسوائی کا عذاب چکھانے کے لئے چند منحوس دنوں میں اُن پر ایک سخت آندھی بھیجی اور (یہ تو کچھ بھی نہیں ہے) بلا شبہ آخرت کا عذاب زیادہ رُسواکُن ہوگا اور وہ (وہاں کسی قسم کی) امداد نہیں کئے جائیں گے۔

اس کو قرآنِ کریم نے ایک بڑا دن (عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ) بھی کہا ہے (۴۶/۲۱؛ ۲۶/۱۳۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ سعد و نحس کا تعلق آسمان کے ستاروں سے نہیں بلکہ جب کسی کے بُرے اعمال کے نتائج مرتب ہونے کا وقت آجائے تو وہ گھڑی اس کے لئے نحس ہے۔ لہٰذا سعادت و نحوست خود انسان کے اپنے اعمال کے نتائج کا نام ہے، ستاروں کی گردش کا نام نہیں۔ ستارے تو انسان کے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ سو جو خود محکوم و مسخر ہو وہ دوسرے کے مقدرات کی تبدیلیوں پر کیا اختیار رکھ سکتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں؛

ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے
کہ خاکِ زندہ ہے تو تابعِ ستارہ نہیں

یہ ہے اس قومِ عاد کی عبرت انگیز داستان جس کے متعلق کہا کہ جاؤ دیکھو، ان کے اُجڑے ہوئے مساکن ہیں تمہارے لئے کون کون سے سامانِ بصیرت مدفون ہیں۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ قف (۲۹/۳۸)

اور (دیکھو، پھر ایسا ہوا کہ تمہارے پروردگار نے) عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور یہ بات (یعنی ان کی تباہی) تمہارے لئے ان کی آبادیوں سے ظاہر ہوگئی ہے۔

جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے، اثری انکشافات ان زمین دوز بستیوں سے نقاب اٹھاتے چلے جا رہے ہیں جن کے نیچے سے مٹی ہوئی عظمتوں اور لٹی ہوئی سلطنتوں کے نقوش یوں نمودار ہو رہے ہیں جیسے کوئی آنکھیں ملتا ہوا نیند سے اُٹھ بیٹھے۔ جس قوم کے سینے میں دل اور نگاہوں میں بصیرت ہے اس کے لئے ان ویرانوں کی ٹھیکریاں، عروج و زوالِ اُمم کی ہزاروں خاموش داستانیں اپنے اندر رکھتی ہیں۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۵۴/۳۲) کیا کوئی ہے جو ان سے عبرت حاصل کرے!